داستانِ
کامریڈ
انسان
انقلاب
خواب
آزادی
انقلاب
یہ کہانی ہے اُن خوابوں کی،
جو سچ ہونے سے پہلے قصہ بن گئے۔

داستانِ کامریڈ

یہ کہانی ہے اُن خوابوں کی

جو سچ ہونے سے پہلے قصہ بن گئے

Write & Composed by:

M. Umar Shahzad

92-3002640779

zarrar.comrade@gmail.com

فہرست

باب نمبر ا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴

باب نمبر ۲۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۷

باب نمبر۳۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۰

باب نمبر۴۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۴

باب نمبر۵۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۸

باب نمبر ۶۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۳

باب نمبر۷۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۶

باب نمبر ۱

زندگی کا مقصد اُس واحد چیز کی تلاش ہے جو انسان کو معاشرے کی کڑواہٹ اور تکالیف برداشت کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں نبھانے پر آمادہ رکھتی ہے۔ ہر وہ انسان جو اپنی ذاتی پہچان رکھتا ہے، اس نے کبھی نہ کبھی تو ضرور سوچا ہوگا کہ آخر میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ یہ مقصد مختلف ہو سکتا ہے۔ کچھ لوگ کسی انسان کے لیے جیتے ہیں تو کوئی اپنی قوم کے لیے یا پھر مذہبی پرچار کے لیے۔

وہ بارہویں کی صحبن نے بھی کیا خوب کہا تھا کہ دنیا میں محبت اور ملاقات فقط اسی لیے ہوتی ہے کہ دونوں کا فائدہ ہو۔لوگ داستان یا کہانیاں محض تفریح کے لیے پڑھتے ہیں لیکن کچھ قصے ہمارے ذہن پر ایسا اثر چھوڑتے ہیں جن کو درگزر کرنا مشکل تصور ہوتا ہے یا کہہ لیجیے کہ بھول جانا ہی غلط ہے۔ کچھ ایسی ہی داستان ہے کامریڈ کی۔ وہ شاہینِ اقبال جسے کبھی قصوروار ٹھہرایا گیا تو کبھی سراہا گیا، کبھی ذہین تصور ہوا تو کبھی بے وقوف، کبھی نظر انداز کیا گیا تو کبھی سب کی نظر کا تارا بنا۔کامریڈ۔ یعنی وہ مخلص دوست جو ہر حال میں ساتھ رہے۔ اس کی شخصیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بچپن پر نظر دوڑائی جائے۔

کامریڈ کا خاندان بہتر مستقبل اور روزگار کی بنیاد پر اپنے آبائی گاؤں سے شہر منتقل ہوا۔ یہاں وہ کرائے کے گھر میں آباد ہوئے۔ اس کے والد کاروباری آدمی تھے اور والدہ ایک پرہیزگار گھریلو خاتون۔

کامریڈ کا بچپن باقی بچوں کی نسبت بلکل منفرد تھا جہاں باقی بچے شرارتوں اور کھیل کود میں مصروف رہتے، کامریڈ کو خاموشی اور اکیلا پن زیادہ مرغوب تھا ۔وہ خود کو الگ تصور کرتا اور ہجوم میں ملنے سے کتراتا ۔شاید وہ جلد سمجھ گیا تھا کہ زندگی تو ہر انسان کی اپنی میراث ہے، اسی لیے خود کو جاننا زیادہ اہم ہے کیونکہ انسان باقی لوگوں کی نسبت ہمیشہ خود کو زیادہ تکلیف میں مبتلا کرتا ہے۔وہ جہاں بھی جاتا لوگوں کے دل میں گھر کر لیتا۔ یہ سب اس کے شریفانہ رویے اور مضبوط اقدار کا کمال تھا۔بہادری،جفاکش اور مضبوط جسم اسے بچپن ہی سے لبھاتے۔ پڑھائی اسے کچھ زیادہ تنگ نہ کرتی۔ نئ چیزیں سیکھنے کے شوق نے اس کی علمی زندگی پر بہت گہرا اثر چھوڑا۔

کامریڈ کا معمول تھا کہ وہ سکول میں سب سے پہلے سبق سناتا اور جب باقی بچے سبق سناتے تو اگلے دن کا سبق بھی یاد کر لیتا تاکہ گھر جا کر پڑھائی نہ کرنی پڑے۔اسی وجہ سے اسکے والدین اسے پڑھائی کے لیے نہ اکساتے لیکن وہ بھی کبھی مایوس نہ کرتا بلکہ ہمیشہ اوّل آتا۔ اسے اوّل آنے یا انعامات پانے میں کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن محض وہ سب سے بہترین بننے کا خواہش مند تھا۔

اسکول کے بعد وہ کھیل کود کی بجائے کمپیوٹر میں کھو جاتا۔ وہ اپنا زیادہ وقت اسی کے ساتھ گزارتا، اسی وجہ سے بچپن میں دوستوں سے محروم ہی رہا۔

اسکول میں جب اسے لڑکیوں سے لگاؤ محسوس ہونا شروع ہوا تو وہ بہت پریشان تھا کیونکہ یہ جذبات اس کے لیے بالکل نئے تھے۔ اسے پہیلیاں سلجھانا اور ایک موضوع کے متعلق سب کچھ جان لینے میں دلچسپی تھی۔اس نے انسانی فطرت اور ہارمونز کے متعلق جاننا شروع کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ متضاد جنس کی کشش سے جلد ہی سنبھل گیا لیکن کچھ بات تھی جو اسے مسلسل تنگ کرتی۔محبت، لگن اور خواہشات کو وہ ایک کمزوری سمجھتا چونکہ یہ سب جذبات و احساسات انسان کو بہت کمزور بنا دیتے ہیں ۔لیکن یہ برے تو نہیں ہوتے، یہی تو انسان کو انسان بناتے ہیں لیکن اگر انسان ان پر قابو نہ پا سکے تو یہ بہت خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

اِس نے جلد ہی اپنے اندر گہری سوچ ،تنقیدسازی اور ارتکاز جیسی خوبیاں پیدا کر لیں۔وہ کسی بات پر اس وقت تک یقین نہ کرتا جب تک خود جان نہ لیتا۔ معاشرے کی اقدار کو نہ مانتے ہوئے ہر بات میں وجہ تلاش کرتا۔

ننھے کامریڈ کو تعلیمی کتب میں تو کوئی شبہ نہ تھا لیکن بہت سے خیالات انسانوں سے وابستہ اس کے دماغ کو اکثر بے چین رکھتے۔ ایک مہربان اور نرم دل جماعت کے نمائندے کی حیثیت سے کچھ لڑکیاں کامریڈ سے دوستی کرنے میں بھی کامیاب رہیں۔ جس وجہ سے اس کے دل میں لگن کی آرزو زندہ رہی۔

باب نمبر ۲

کامریڈ کو بورڈ کے امتحانات کے لیے اپنے آبائی گاؤں جانا پڑا چونکہ شہر کے اسکول یہ امتحان نہیں دلاتے تھے۔

سرکاری سکول میں پہلے پہل اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسکول کا انگریزی میڈیم وہ واحد بچہ تھا جسے ماحول میں ڈھلنے کے لیے ابھی کچھ وقت درکار تھا۔اساتذہ تو اس کی کارکردگی سے بہت متاثر تھے لیکن باقی بچے اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ کھیل کود میں کچھ اچھا نہ تھا اس لیے کبھی تو ساتھ کھیلانے پر بھی آمادہ نہ ہوتے۔ لیکن ہار اس کو کہاں منظور تھی، وہ سب سے پہلے سکول جاتا اور کھیل کود میں مشغول ہو جاتا۔ تفریح کے وقت بھی ایسا ہی کرتا۔ کچھ وقت بعد وہ بہت جفاکش بن گیا۔ ایک دن تفریح کے وقت بچے کبڈی کھیل رہے تھے۔ اس نے شامل ہونے کا اظہار کیا تو اسے تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ لیکن مسلسل اسرار پر ایک دن اسے شامل کر لیا گیا۔ اپنے پہلے ہی کھیل میں کامریڈ لڑکے کو اٹھا کر اپنی طرف لے آیا جس کا قد اس سے دُگنا تھا اور وہ سب سے قوی ہیکل تھا۔ اس پر سب چونک اٹھے اور داد دینے پر مجبور ہو گئے۔ جب امتحانات قریب آئےتو وہ اُنہی لڑکوں کو تفریح کے وقت پڑھاتا۔ اساتذہ نے اسے یہ زمہ داری دی جو وہ بخوبی نبھا رہا تھا۔

ننھا کامریڈ رات گئے گاؤں کی واحد کمپیوٹر کی دکان پر جاتا اور ٹیسٹ پیپر تیار کروا کر لاتا جو تفریح کے وقت لڑکوں سے لکھواتا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ انگریزی تو انگریزی اردو کتب بھی اس کی دلدادہ ہو گئیں اور اردو کتب پر اسے مکمل غلبہ حاصل ہو گیا۔

لیکن ریاضی کچھ بہتر نہ تھا۔ ایک دفعہ تو ریاضی کے مضمون میں صفر نمبر لیے جس پر استاد صاحب غضبناک ہو گئے اور سزا کے طور پر کامریڈ کو باقی بچوں کے ساتھ مرغا بنایا۔ اس نے آنسو چھپانے کی بہت کوشش کی۔ وہ سسکیاں لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد استاد صاحب نے کرسی پر بٹھایا تو وہ بے ساختہ رونے لگا۔ شاید سزا کی سختی سے زیادہ دردناک علمی قابلیت کا مان ٹوٹتے دیکھنا تھا۔

استاد صاحب قریب ہوئے "کامریڈ کیا تم جانتے ہو ایک مرتبہ مجھے بھی میرے پسندیدہ استاد نے سزا دی اور میں تمہاری ہی طرح رویا" ننھے کامریڈ کے سانس بحال ہوئے۔ "سر ریاضی مجھ سے ہوتا ہی نہیں چاہے کتنی ہی کوشش کر لوں سمجھ ہی نہیں آتی" ننھے کامریڈ نے بے ساختہ کہا۔ استاد صاحب نے ریاضی کو زیادہ وقت دینے کا مشورہ دیا جو اس وقت مناسب تھا ۔آخر استاد صاحب بھی اور کیا جواب دیتے۔ بیچارا کامریڈ لاکھوں کی جمع تفریق تو کر لیتا لیکن دو ہندسوں کی نہ کر پاتا۔ انسان اکثر زندگی کے متعلق بھی یہی رویہ رکھتا ہے۔ معاشرتی زندگی کے پیچیدہ مسائل تو حل کر لیتا ہے لیکن ذاتی زندگی کی چھوٹی چھوٹی الجھنوں میں کھویا رہتا ہے۔

تاہم سکول کا معمول یکساں رہا۔ کمرہ جماعت میں کام مکمل کر لیتا اور پھر کھیل کود میں مصروف ہو جاتا۔ گاؤں کی زندگی نے کامریڈ کے ذہن کو سکون بخشا۔ وہ گہری سوچوں اور

فکری زندگی سے آزاد ایک عام بچے کی طرح زندگی کے مختلف پہلوؤں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

وقت گزرا اور سالانہ امتحانات آپہنچے۔ ریاضی کے علاوہ کوئی مصیبت نہ تھی۔ اس نے دن رات محنت کی۔ امتحان سے ایک دن پہلے استاد محترم کی سالگرہ تھی۔ ننھے کامریڈ کو نیند کی کمی نے بیمار کر دیا۔ وہ تحفہ لے کر پہنچا تو استاد صاحب بولے " یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ " زرد چہرہ، آنکھیں سرخی نما لال جس میں آنسو ٹھہرے تھے۔ "ریاضی کا کل امتحان ہے اور تیاری باقی ہے اس لیے اکیڈمی چلا آیا" گھر جاؤ اور آرام کرو، استاد صاحب شفیق لہجے میں بولے۔

رزلٹ آیا تو کامریڈ کو اس کے حق کا پھل ملا۔ اپنی تحصیل میں اس نے اوّل پوزیشن حاصل کی اور جہاں تک بات رہی ریاضی کی تو صرف ریاضی کے مضمون میں اس نے پورے نمبر حاصل کیے جس کی خوشی اسے پوزیشن سے بھی بڑھ کر تھی۔ ظاہر ہے انسان کو وہی کامیابی زیادہ انمول ہوتی ہے جس کے لیے مشقت کی ہو۔

باب نمبر ۳

امتحانات کے بعد کامریڈ نے دوبارہ شہر کا رُخ کیا۔ وہ جب گاؤں آیا تو کچھ نہ تھا لیکن جب گیا تو سب کا پسندیدہ رہا۔ جو بچے اسے کھیلنے سے منع کرتے اب اس کے جانے پر آبدیدہ تھے۔ اسکول کے گیٹ کے ساتھ لگی کامریڈ کی فلیکس اس کی اکلوتی نشانی رہی۔

دوبارہ شہر جانے کو وہ بڑا بے تاب تھا۔ نئے لوگ، دوست، اندازِ فکر اور طرزِ زندگی تو اسے ہمیشہ متوجہ کرتی۔ وہ ایک ٹاؤن میں رہائش پذیر ہوا۔ کچھ دن بعد نیا سکول اور دوست بھی ملے لیکن اس کا ضمیر اسے کبھی دل لگی نہ کرنے دیتا۔ دوستوں کے ساتھ بھی وہ من کی گہرائیاں نہ کھول پاتا۔ وہ جذباتی تعلق کو ایک کمزوری تصّور کرتا یا خود کو اس بہکاوے میں رکھ کر خوابی دنیا میں رہتا۔

ابھی تک اس کی ذاتی زندگی میں کوئی رکاوٹ قیام پذیر نہ ہوئی تھی۔ نئ جگہ میں بھی اس نے اپنی علمی قابلیت سے جلد اپنی پہچان قائم کر لی۔ اسکول میں ایک ٹرم دیر سے پہنچنے کے باوجود اس نے اوّل پوزیشن حاصل کر کے اساتذہ کے دل میں اپنی جگہ بنائی۔

لیکن ہر خوبی اپنے ساتھ چھوٹی یا بڑی خامی رکھتی ہے۔ اس کا اثر موجودہ قیام پذیر اخلاقیات کے تابع ہوتا ہے۔ نوجوانی کی اس عمر میں اس نے خود کی خامیاں محسوس کرنا شروع کیں۔ بچپن میں تو کچھ خاصہ فرق نہ پڑا لیکن لڑکپن میں معاشرتی اقدار کے ساتھ چلنا قدرِ مشکل تصّور ہوا۔ کسی کو سلام کرنے، حال معلوم کرنے یا مہمان نوازی کرنے،

کہہ لیجئے کہ دنیا داری کے رنگ ڈھنگ میں ڈھلنے سے بے چینی محسوس ہوئی۔ وہ گھر آئے مہمانوں سے چھپتا تاکہ وہ اس کی زندگی کے متعلق سوال نہ کریں۔ کامریڈ کو اپنی ذاتی زندگی، شوق اور خواہشات کسی کے ساتھ بحث نہ کرنے کا سخت ارتکاب تھا۔

وہ یہ یقین رکھتا کہ انسان کتنا کمزور اور لاچار معلوم ہوتا ہے جب ساری دنیا اس کی خواہشات اور کمزوریوں کو جانتی ہو۔ لیکن وہ انجان رہا کہ دنیا تہذیب اور معاشرے کی صورت میں چلتی ہے۔ اسی وجہ سے کبھی سوشل میڈیا پر بھی حقیقی زندگی ظاہر نہ کی۔ لوگ اسے خود اعتمادی کی کمی یا سماجی اضطراب سمجھ سکتے ہیں لیکن یہ ان دونوں سے بڑھ کر ایسی کیفیت تھی جو اسے خود سے جوڑے رکھتی مگر سماج سے ملنے نہ دیتی۔ ایک معمولی بچپن کی عادت نوجوانی تک اپنے اثرات کا عروج چھونے لگی اور پھر اس سے چھٹکارا پانا نہ ممکن ہو گیا۔

اس جگہ اس کی ملاقات عثمان سے ہوئی۔ عثمان محنتی، جفاکش اور خوش مزاج لڑکا تھا اور عمر میں کامریڈ سے دو چار سال بڑا تھا۔ یہ دونوں زیادہ وقت اکھٹے گزارتے۔ ان کی دوستی تو ہوئی لیکن ایسی نہیں کہ کامریڈ اس کے ساتھ جذبات کا اظہار کر سکے۔ دونوں ہمیشہ ایک ساتھ ہی کھیلتے اور جہاں بھی جاتے ساتھ جاتے۔

لڑکپن کی اس کچی عمر میں ٹاؤن کے بچے سب رات کو اکٹھے کھیلتے۔ ایک لڑکی حفصہ اس کی ہم کلاس تھی۔ وہ کامریڈ کی ہمسائی بھی تھی اور رات کو ساتھ کھیلا کرتی۔ حفصہ کامریڈ کی پُرکشش شخصیت ،علمی قابلیت اور جسمانی مضبوطی کے پیشِ نظر اسے پسند کرنے لگی ۔وہ اس کے قریب آنے کے مواقع تلاش کرتی لیکن کامریڈ اسے بالکل نظر انداز کرتا۔

کامریڈ اور حفصہ دونوں کے گھرانوں میں اچھے تعلقات برپا تھے اسی وجہ سے اکثر ایک دوسرے کے گھر آیا جایا کرتے۔

پہلے پہل تو کامریڈ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا لیکن پھر انسان سماجی تعلقات اور اپنائیت کا متلاشی ہے۔ اس اپنائیت کے پیشِ نظر کامریڈ اس کی طرف کھینچتا چلا گیا۔ ایک دفعہ کھیل کے دوران حفصہ بھاگتی ہوئی باقی بچوں سے دُور نکل گئی اور کامریڈ اس کے پیچھے بھاگا۔
جب اس کے قریب پہنچا تو رات کے سناٹے میں درختوں کے گرد لپٹے رستے میں حفصہ کے کھلے بال کامریڈ کے دائیں ہاتھ کو چُھو رہے تھے اور اس کے نوجوان جسم کی خُوشبو کامریڈ کے دل میں محبت کی چنگاڑی سلگا رہی تھی۔ لیکن اس کے ضمیر میں بے چینی پیدا ہوئی اور دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ اتنے میں ہی عثمان ان کے قریب آن پُہنچا۔
کامریڈ اس کو پکڑنے کی بجائے واپس چلا گیا۔

کامریڈ نے نظر انداز کرنے کی بہت کوشش کی لیکن یہ منظر اس کی یادوں میں سماتا چلا گیا۔ کامریڈ نے محسوس کیا کہ وہ حفصہ کی وجہ سے اضطرابی کیفیت کا شکار ہے جو اس کی روزمرہ زندگی پر بھی اثر انداز ہے۔ اس وجہ سے اس نے اسے اپنی زندگی سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا۔

اِسی کی آگاہی قرآن دیتا ہے کہ" اللہ نے نفس کو اس کی بدی اور نیکی دونوں کی پہچان الہام کر دی۔۔ '' انسان کے پاس کھلی آزادی ہے۔ اور اگر یہی نہ ہو تو جنت اور دوزخ کا تصّور نہ رہے۔ اور اگر ہم جنت اور دوزخ کا تصّور رد کر دیں تو کیا پھر بھی مسلمان اللہ کو مانتے ہوئے نماز پڑھیں گے اور عبادات میں مشغول ہوں گے؟ یقیناً جواب

آپ جانتے ہیں اور یہی نظریہ تو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ برائی انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ ہر وہ چیز جس سے انسان حقیقی طور پر وجود کی گہرائیوں سے لُطف اندوز ہوتا ہے وہ گناہ ہے۔ لیکن اِسی کے ساتھ صرف اچھائی ہی سے انسان مطمئن اور پُر سکون ہو سکتا ہے۔

کامریڈ کو ہر وہ چیز نفرت آمیز لگتی جس سے انسان کا خود پر قابو نہ رہے پھر چاہے نشہ ہو مذہب ہو یا پھر محبت ۔اس نے حفصہ سے دوری اپنائی اور اسے دیکھنا تک چھوڑ دیا۔ اگر وہ اس کے گھر آتی تو نظریں نیچی کر لیتا اور اپنا رستہ بدل لیتا۔

کامریڈ کے لیے یہ اپنائیت بالکل نئی تھی۔اس سے پہلے اس نے کسی لڑکی کے لیے یہ جذبات محسوس نہ کیے تھے۔حفصہ کے گھر والے کامریڈ کو بہت پسند کرتے۔جب کبھی وہ انہیں کھانے پر بلاتے تو کامریڈ نہ جاتا لیکن وہ اس کے لیے کھانا گھر بھیج دیتے۔ لیکن اب یہ تعلق بظاہر ختم ہوتا دکھائی دیا مگر اس کے جذبات ختم ہونے کی بجائے اور بھڑتے گئے چونکہ خدا نے لگن کے جذبات بھی تو پیدا کیے ہیں اور اگر یہ نہ ہوں تو ازواجی تعلقات کی بنیاد فقط نئی نسل کی نشونما رہ جائے ۔ لیکن اس کا مناسب استعمال کرنے سے ہی زندگی میں توازن قائم رہ سکتا ہے۔

باب نمبر ۴

علم و عشق کا یہ سہانا سفر بڑی مشکلات کا منتظر تھا۔ ایک دفعہ سائنس کی کلاس میں کامریڈ کو سبق کی سمجھ نہ آئی۔ اس نے ٹیچر کو شکایت کی تو انہوں نے چُھٹی کے بعد سمجھانے کا کہا لیکن وہ جلدی چلی گئیں۔ اگلے روز ٹیسٹ میں کم نمبر آئے جو کامریڈ کو کسی صورت قبول نہ تھے۔ اس نے گھر والوں سے شکایت کی کہ پرنسپل سے بات کی جائے لیکن اس کی بات پر توجہ نہ دی گئی۔ لڑکپن کے اس دور میں جب بچہ مختلف جذبات و احساسات کی بلندیوں کو چُھو رہا ہوتا ہے تو باغی رویہ ایک عام بات ہے۔ کامریڈ کی بات نہ ماننے پر وہ کچھ دن غیر حاضر رہا لیکن کچھ دن بعد جب اسکول پہنچا تو صبح کی اسمبلی میں کامریڈ کو معمولی طور پر بےعزتی کا نشانہ بنایا گیا اور سزا دی گئی۔ اس سے قبل اسے کبھی بےعزتی کا نشانہ نہیں بنایا گیا تھا۔ غصّہ و انّا کے وبال میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب سکول نہیں جائے گا۔ جب تک والدین بات نہ کر لیں۔

وہ گھر بیٹھے کمپیوٹر پر دن رات وقت گزارتا اور کسی سے بات نہ کرتا۔ والدین اس کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ چونکہ وہ عام بچوں کی نسبت بہت الگ رویے کا مالک تھا۔ وہ کبھی اسے ڈانٹتے تو کبھی اس کے بڑے ماما زاد بھائیوں جو خود اساتذہ تھے، سے اس کی رہنمائی چاہتے لیکن کامریڈ جن مشکلات کا شکار تھا وہ کوئی نہ سمجھتا۔ یہاں تک کہ اس سے کمپیوٹر چھین لیا گیا۔

اس موڑ پر کامریڈ بالکل تنہا، لاچار اور جذباتی ساتھی سے محروم ہونے کی وجہ سے ذہنی تناؤ کا شکار ہو گیا۔ اس نے مکمل طور پر گھر سے نکلنا بند کر دیا اور دوستوں سے بھی علیحدگی اختیار کر لی۔ اگر انسان کثیر وقت تک جذبات دبائے رکھے تو یہ اسے اندر سے کھوکھلا کر دیتے ہیں پھر وہ اپنے من میں خیالی دنیا پیدا کر لیتا ہے جس میں سب اس کی خواہشات کے مطابق ہو اور حقیقت سے دور بھاگتے ہوئے لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں کر پاتا۔ پھر یہ سوچتا ہے کہ اسے کوئی سمجھتا ہی نہیں۔ یہ چیز اسے زندگی کی اہمیت سے دُور کرتی ہے اور سب بے معنی محسوس ہونے لگتا ہے۔

شاید اگر کوئی ایسا دوست ہوتا جو اس کے جذبات کا قدردان اور دل کی گہرائیوں کو سننے کے لیے تیار ہوتا تو حالات یہاں تک نہ پہنچتے۔ وقت گزرتا گیا اور کامریڈ کی حالت افسردہ ہوتی گئی۔ اس دوران اس کی تنقیدی سوچ زیادہ مضبوط ہو چکی تھی۔ اسے ایک نئے سکول میں بھیج دیا گیا جہاں اس کا کوئی دوست نہ تھا۔ وہ چُپ چاپ اپنا کام مکمل کرتا اور سوچوں میں گم رہتا۔ باقی طلبہ اسے کھڑوس سمجھتے اور بات نہ کرتے لیکن اساتذہ اس کی تعلیمی قابلیت پر داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ کامریڈ مشکل سے مشکل سوالات کا فوراً جواب دیتا۔ کبھی تو کامریڈ سائنس سے متعلق ایسے سوالات اٹھاتا کہ تمام اساتذہ لاجواب ہو جاتے۔ یہاں اس نے جنات کے بارے میں بھی اپنا نظریہ پیش کیا۔

آخر انسان جنات سے اتنا دہشت زدہ کیوں ہوتا ہے۔ حالانکہ دیکھا جائے تو جنات بھی ایک مخلوق ہیں اور جنات بھی زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتے ہیں؟ انسان کو مار ہی ڈالتے ہیں۔ لیکن ذہنی بیماریوں میں مبتلا قاتل انسانوں کو زیادہ بے دردی سے مارتے ہیں مگر انسان ان سے تو

دہشت زیادہ نہیں ہوتا پھر آخر جنات ہی سے کیوں۔اس کا جواب ڈھونڈتے ہوئے کامریڈ نے یہ چند چیزیں اخذ کیں۔

"جنات کسی دوسری ڈائمنشن کی مخلوق ہے مگر انسان اور جنات کا رشتہ بالکل انسانی سماج ہی کے موافق ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ اگر انسانی سماج میں ایک شخص اپنی بہادری اور رعب و دبدبے کی بنیاد پر جانا جاتا ہے تو جنات کے لیے بھی اس شخص کی حیثیت ایسی ہی ہوگی۔ لیکن اگر کوئی شخص انسانی سماج میں کمزور دکھائی دیتا ہے اور اس کی اہمیت کم ہے تو جنات بھی اس کے متعلق ایسا ہی محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے ان سے ڈرنے کی کوئی وجہ ممکن نہیں"

انسان کو زندگی گزارنے کے لیے لوگ چاہیے جن سے وہ باتیں کر سکے ،لطف اندوز ہو سکے یا پھر جذبات کا اظہار کر سکے۔ لیکن وہ ان سب سے محروم تھا۔ اس لیے نئے سکول میں بھی وہ اکثر غیر حاضر رہنے لگا اس کے پیشِ نظر اسے سکول سے خارج کر دیا گیا۔ جب وہ سکول حاضر ہوا تو اسے خارج کیے جانے کا خط دے کر تمام طلبہ و طالبات کے سامنے گھر جانے کو کہا گیا۔ بیچارہ کامریڈ بالکل سمجھ نہ سکا اور پریشانی کی حالت میں بالکل ساکن کھڑا رہا۔ اس پر انچارج غصّے میں بولی "جاتے ہو یا سکیورٹی گارڈ کو بلاؤں، دھکے مار کر نکالے۔۔۔" سیاہ ماسک لگائے، کامریڈ نظریں نیچی کیے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں پُر نم تھیں ۔خط پکڑے وہ گھر کو چل دیا۔ اس کے آنسو ٹپک رہے تھے۔ خود کو کوستے ہوئے جب وہ حفصہ کے گھر کے سامنے سے گزرا تو ماضی اس کے ذہن میں تمام یادیں ایک

ترتیب سے دکھانے لگ۔ وہ زار و قطار روتا گھر چلا گیا۔ سب سے آنسو چھپاتے ہوئے وہ گھر میں داخل ہوا اور کسی سے بات کیے بغیر سو گیا۔

اس وقت کامریڈ کے خاندان کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ وقت نے اپنا اثر دکھایا اور حالات زیادہ خراب ہو گئے۔ وہ مالی بحران کا شکار ہو گئے۔ اس وجہ سے وہ ایک نئے قصبے میں آباد ہوئے تاکہ لوگوں کا دباؤ کم ہو سکے۔ وہاں وہ قید کی مانند زندگی بسر کر رہے تھے۔ نہ کوئی دوست اور نہ ہمسائیوں سے تعلقات۔ اس کے والد کی طبیعت ناساز رہی اور وہ ٹی۔بی کے ساتھ شوگر کے بھی مریض ہو گئے۔ دنیاداری سے انجان کامریڈ اکیلا کبھی رات گئے اپنے والد کو لیے سرکاری ہسپتالوں کے چکر کاٹتا تو کبھی اس نئی جگہ میڈیکل اسٹور تلاش کرتا۔ ان خستہ حالات میں اس کی دونوں بہنوں کی شادی کر دی گئی۔ یہاں رہتے ہوئے کامریڈ اپنا ماضی یکسر بھولتا گیا۔ نہ اسے امتحانات یاد رہے اور نہ محبت کے جذبات۔ ظاہر ہے محبت وہاں ہی پیدا ہوگی جہاں ذہنی سکون اور ذاتی اطمینان میسر ہو۔ لیکن یہاں رہتے رہتے اس کے نظریات جو پہلے ہی مختلف تھے اب بالکل شدت پسندی کی طرف پلٹ گئے۔ اس نے مذہب کے متعلق سوال اٹھانے شروع کیے۔ اسی کے ساتھ ساتھ سائنس اور اخلاقیات پر اٹل نظریات قائم کیے جس بنا پر کامریڈ ایک ملحد بن گیا۔ لیکن خدا کی انکاری کے بعد وہ ہر لمحہ بے چین اور اضطراب رہتا۔اس کا ذہن بہت سے سوالات میں گم رہتا۔ خوشی اسے بے معنی لگتی اور وہ ایک روبوٹ کی سی زندگی بسر کر رہا تھا۔ لیکن جب حالات بہتر ہوئے تو وہ دوبارہ اپنے شہر آپہنچا۔ یہاں اس کی اضطرابی کیفیت تو ختم ہوئی لیکن سوالات کی بے چینی ابھی باقی تھی۔

باب نمبر ۵

نیا ادارہ، نئے طلبہ اور نئی مصروفیات سے ایک نئے سفر کا آغاز ہوا۔ لیکن یہاں بھی اس کے رویے میں کچھ زیادہ تبدیلی نہ آئی۔ وہ اساتذہ اور طلبہ سے بات تو کرتا لیکن تعلیمی کتب تک۔ وقت اچھا گزر رہا تھا۔ باقی کتب پر تو اسے غلبہ حاصل تھا لیکن ریاضی سمجھنے میں اسے زیادہ وقت درکار ہوتا۔ وہ لیکچر ختم ہونے کے بعد حتٰی کہ تفریح میں بھی بورڈ پر نظر جمائے رکھتا اور دماغ میں ریاضی کے سوالات کا ایک ایک پہلو حل کرتا۔ اسے سمجھ تو آتی لیکن باقی طلباء سے زیادہ وقت درکار رہتا۔

یہاں اس کی توقیر سے دوستی ہوئی۔ توقیر بھی خاموشی پسند لڑکا تھا۔ توقیر نے تفریح میں اس سے سوال پوچھا جہاں سے ان کی بات چیت شروع ہوئی۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو کچھ نظریات میں یکسر پایا۔ جہاں سے ان کی دوستی کا آغاز ہوا جو وقت کے ساتھ بڑھتی رہی۔ کامریڈ کو پہلے کبھی ایسا دوست نہ ملا تھا جس کے ساتھ وہ کھل کر بات کر سکے اور جذبات ظاہر کر سکے۔ توقیر بھی اس کی تنقیدی سوچ، شخصیت اور علمی قابلیت سے بڑا متاثر ہوا۔ چونکہ اس نے کامریڈ کو باقی طلباء سے مختلف پایا۔ اس کی ظاہری رنگت اور اُبھرے ہوئے دانتوں کا طلبہ مذاق اُڑاتے لیکن وہ نظر انداز کر دیتا۔ یہ دونوں اپنے مستقبل اور اس کے ساتھ کئی مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے۔

اس ادارے میں کامریڈ آہستہ آہستہ لطف اندوز ہونے لگا۔ اس نے باقی طلبہ کے ساتھ گھومنا پھرنا اور کھانا پینا بھی شروع کر دیا۔ لیکن اس نے کبھی اپنا تفکر نہ گوایا۔ وہ مختلف چیزوں پر مطالعہ کرتا اور پھر راتوں کو سوچوں میں گم رہتا جس بنا پر اپنا حتمی نظریہ پیشِ نظر رکھتا۔ لیکن ابھی اس نے کسی کے ساتھ یہ نظریات اور مطالعہ شیئر نہ کیا۔

حالات سازگار ہوتے گئے اور کامریڈ کے دل میں عشق کی چنگاری دوبارہ سلگنے لگی۔ وہ حفصہ کے گھر جانے کی کوشش کرتا لیکن اکثر ناکام رہتا اور جب کبھی کامیاب ہوتا تو نظریں ملانے کی ہمت نہ کر پاتا۔ اس کی دھڑکن تیز ہو جاتی اور وہ مسلسل فرار ہونے کو رہتا۔ دراصل وہ اپنی ذاتی اقدار میں بندھا تھا لیکن نوجوانی کی اس حالت میں جذبات قابو سے باہر ہونے لگے۔ اس نے سب کچھ توقیر کو بتایا۔ توقیر اسے تسلی دینے کے علاوہ آخر کیا کرتا۔ دونوں ملاقات کے طریقے تلاش کرتے لیکن اکیلے ملاقات تو کامریڈ کے قوانین کے خلاف تھی اور گھر جانے کا اب موقع نہ ملتا۔

لیکن یہ چنگاری اب آگ کی صورت اختیار کر گئی۔ کامریڈ اکثر اوقات حفصہ کی سوچوں میں گم رہتا۔ مگر اپنے مالی بحران کے متعلق معلوم ہونے پر کامریڈ نے حفصہ اور اس کے بہن بھائیوں کے رویے میں خود کے لیے یکجا تبدیلی دیکھی۔ جس کے آنے سے سب میں مسرت کی لہر دوڑ جاتی اب اسے گھر داخل کرنے کو بھی اچھا تصّور نہ کرتے اور بیٹھک سے ہی روانہ کر دیتے۔ اس لیے اس نے خود ہی ان کے گھر جانا چھوڑ دیا۔ لیکن حد تو تب ہوئی کہ عثمان کی بہن کی شادی پر کامریڈ اور حفصہ دونوں کے گھرانے شریک تھے۔ کامریڈ نے خستہ حال شلوار قمیض اور اس کے اوپر دوست سے لیا ہوا اپنے سے بڑا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ وہ فون کال کے لیے موبائل اپنی بڑی بہن کو دینے گیا جہاں حفصہ اور

اس کی بہنیں بھی موجود تھیں۔ وہ کئی سالوں بعد محبوب کا دیدار کرنے کی امید لیے ہوئے جب قریب گیا تو حفصہ نے حقارت کی نظر سے اسے دیکھتے ہوئے نظریں چرا لیں۔ باقی بہنوں کا رویہ بھی یہی رہا۔ اس پر کامریڈ نے دل میں درد ہوتے محسوس کیا اور اس کی آنکھیں پُر نم ہو گئیں۔ اس واقعے کے بعد عشق کی چنگاری اسی طرح بجھ گئی جیسے کوئلہ بجھنے سے پہلے آخری بار سلگتا ہے۔ ظاہر ہے یادیں مخصوص وقت کی پابند ہوتی ہیں اور وقت کے اختتام کے ساتھ تفصیلات ختم ہونے لگتی ہیں۔

کامریڈ اس نظریہ پر اٹل ہو گیا کہ محبت صرف وقت اور اقتدار کی پابند ہے جو لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو دیتے ہیں اور اگر وہی اقدار کم ہونے لگیں تو محبت بھی ختم ہونے لگتی ہے۔ اس لیے اس چیز کی خواہش کیوں کرنا جو اٹل ہی نہ ہو۔کامریڈ نے اس دوران فلسفہ پڑھنا اور شعر کہنا شروع کر دیا۔ وہ اشعار میں بہت کمزور تھا لیکن اس کی زندہ دلی مہارت کا سامان بنی۔

کامریڈ کے گہرے مطالعے نے اس کو خدا کا تصّور ماننے پر مجبور کر دیا۔ کیونکہ اس کی ہزاروں وجوہات اس کے پاس موجود تھیں۔ لیکن ان میں سے صرف کائنات کا نظام ہی کافی ہے۔ مغربی فلسفے اور سائنسی مطالعے کے ساتھ ساتھ اس نے خود کو ورزش، اسلامی تعلیمات و تاریخ اور اقبالِ لاہوری میں بھی چسپ کر لیا۔اس طرح اسے اطمینانِ قلب حاصل ہوا اور قدرت کے ساتھ ربط قائم ہوا۔ وہ روزانہ معمول کے مطابق کچھ وقت کھلے آسمان میں غور و فکر کرتے ہوئے اکیلے گزارتا۔ اقبال کے فلسفۂ خودی اور مردِ مومن نے بھی اس کی شخصیت پر گہرا اثر چھوڑا۔

نوجوان اب کالج پہنچ چکا تھا۔ اپنے ہم جماعت ساتھیوں کی نسبت بڑی جسامت سے وہ بڑی عمر کا دکھائی دیتا۔

کالج کے دوران کامریڈ نے خوابوں کے متعلق ایک نظریہ دیا۔

"خواب وہ دنیا ہے جہاں ہم اخلاقیات یا نیکی اور بدی سے آزاد ہوتے ہیں۔ مگر خواب میں ہم اپنی شخصیت نہیں بدل سکتے۔ اگر ہم خوابوں کو کنڑول کرنا سیکھ جائیں تو بہت سی خواہشات سے بری ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص جسمانی تعلق قائم کرنا چاہے تو اپنے خواب کو کنڑول کر لے۔ لیکن اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ انسان کو معاشرتی اقدار، مذہب اور اخلاقیات کے بارے ٹھوس علم ہو۔ اگر ایک عام شخص یہ طریقہ اپنائے گا تو وہ حقیقی زندگی میں بھی وہی شخصیت کا حامل ہوگا چونکہ اس نے مندرجہ ذیل عوامل کا خیال نہ کیا۔اس کی مثال کچھ یوں بھی ہے کہ کوئی انسان کسی کو مارنا چاہے، چھونا چاہے یا کسی خاص موضوع پر بات کرنا چاہے تو یہ سب اخلاقیات میں پابند ہیں لیکن خوابوں میں کھلی آزادی ہے۔ اس کے کچھ اچھے فائدے بھی ہیں۔ بہت سے سائنسدانوں نے بڑی بڑی ایجادات خوابوں سے حاصل کردہ علوم سے کیں۔ کچھ معروف سرمایہ کاروں نے بھی دنیا کی بڑی مشکلات کا حل خوابوں میں تلاش کیا"

کامریڈ کو ایک سمت دکھنا شروع ہو گئی۔ لیکن زندگی کے حقیقی مقصد سے آشنا نہ ہوا تھا۔ وہ کمرہ جماعت میں سب طلبہ سے مل جل کر رہتا اور کسی کو مدد چاہیے ہوتی تو سرِفہرست رہتا۔ اس کی شخصیت دیکھ کر ایک طالب علم نے اس آئی ذاتی زندگی کے متعلق جاننے کی خواہش کی اور پایا کہ اس کا کسی لڑکی کے ساتھ دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔ وجہ دریافت کرنے پر کامریڈ نے بتایا کہ وہ ان چیزوں پر یقین نہیں رکھتا۔ طالب علم کچھ دیر سوچ میں گم رہا پھر مسکراتے ہوئے رجسٹر پر ایک رابطہ لکھا اور کہا کہ یہ لڑکی میری سکول ٹیچر کی بیٹی ہے جس کے ساتھ میں بچپن سے پڑھتا آیا ہوں۔ اس کی سوچ تمہارے عین موافق ہے۔

کامریڈ نے اسے بھلا دیا لیکن وہ عورتوں کا طریقۂ سوچ، طرزِ فکر اور ترجیحات جاننے کا خواہشمند تھا۔ چُھٹی کے دن بستے کی جانچ پڑتال کرتے اسے رابطہ دکھا۔ اس نے خیال کیا کہ یہ بھی عام لڑکیوں کی طرح زندگی کی رنگینیوں اور دنیاوی خواہشات کی محتاج ہو گی لیکن پھر اس نے بات کرنے کا منصوبہ بنایا۔

باب نمبر ۶

اِس لڑکی کا نام ایما تھا۔ اس کا تعلق راولپنڈی کے ایک شہری گھرانے سے تھا۔ مگر بچپن ہی سے وہ کامریڈ کے شہر آباد تھی۔ ایما کی شخصیت کی بات کی جائے تو وہ ایک رحم دل، نیک اور معصومانہ رویے کی حامل انسان تھی۔ ایما اکلوتی بیٹی ہونے کی حیثیت سے گھر کا تاج اور خوشی کا باعث تھی۔ اس کا رویہ بچگانہ تھا جو کامریڈ کی کشش کا ذریعہ بھی بنا۔ کامریڈ نے اس سے دوستی کرنا چاہی لیکن چند دن بعد ایما نے بات کرنا بند کر دی۔ لیکن کامریڈ کو خاصا فرق نہ پڑا چونکہ وہ تو صرف اپنے انسانی فطرت کے علوم کو عملی طور پر آزمانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

وقت نے رفتار پکڑی اور سالانہ امتحانات آن پہنچے۔ امتحانات کے بعد وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ کشمیر سیر کرنے نکلا۔ یہ سفر اس کی شخصیت سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ معمولی سیر سپاٹے کے موافق انہوں نے قدرت کے شاہکار دیکھے اور خوب مزے کیے۔ مگر کیل کے مقام پر پہاڑ سے اترتے ہوئے اس کا پاؤں پھسلا اور کامریڈ ڈھلوان پر بے قابو چلاتے ہوئے نیچے کی طرف بھاگتا چلا گیا۔ ڈھلوان کی وجہ سے رفتار تیز ہوتی چلی گئی۔ اس نے ایک درخت کو پکڑنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس کے بعد ایک اور درخت آیا جسے تھامتے ہوئے محض ایک ہاتھ پُہنچا مگر تیز رفتار کی وجہ سے پھسل گیا۔ وہ چند لمحوں کے لیے بے ہوش ہو گیا۔ جب حواس بحال ہوئے تو خود کو لیٹے ہوئے بالکل سلامت پایا۔ اس پر ایک خاتون اس کے پاس آئی اور کہا کہ "یہ تمہاری ماں کی دعائیں ہیں جو تم

سلامت کھڑے ہو۔ یہاں سے واپس جا کر صدقہ ضرور دینا۔" اس وقت کامریڈ کچھ سمجھنے سے قاصر تھا۔ تیز رفتار میں چٹان سے گرنے کا خوفناک منظر جس کے نیچے دریائے جہلم بہتا اس کی کئی راتوں کی نیند خراب کرتا رہا۔

اس واقعہ نے حقیقی معنوں میں اسے خدا کی پہچان کرائی اور اسلامی تعلیمات پر اس کا ایمان پختہ ہو گیا۔ اسے زندگی کا مقصد حاصل ہوا اور اب کامل شخصیت بننے کے لیے محض ایک عورت باقی تھی جو اس کے بظاہر عجیب مگر حیرت انگیز خیالات و افکار سمجھنے کے قابل ہو۔ مگر وہ اس بات سے مکمل آشنا تھا کہ بھوک انسان کو اچھے برے میں فرق کرنے کی صلاحیت سے محروم کر دیتی ہے۔ اس لیے زندگی کے ایک اہم پہلو میں جلد بازی درست نہیں۔

اس کا آخری تعلیمی سال ہمیشہ کی طرح پُرجوش طریقے سے شروع ہوا اور چند ہفتوں میں ہی ایما کے ساتھ رابطے بحال ہو گئے۔ کامریڈ نے اس سے دوستی کی اور اس کے متعلق جاننے کی خواہش ظاہر کی۔ جس پر معلوم ہوا کہ ایما اس کی سائنس اکیڈمی کی ہم جماعت ہے۔ اسے بالکل اندازہ نہ تھا اور وہ بہت حیران ہوا۔

"پہلے مجھے نظر انداز کیوں کیا۔۔۔"کامریڈ نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"پہلے پہل تو مجھے انکشاف ہوا کہ خدایا اس لڑکے کو کیا ہو گیا ہے۔ مجھے لگا تم باقی لڑکوں کی طرح ہو اس لیے مناسب نہ سمجھا ۔۔۔"

"لیکن میں تو دوستی کرنا چاہتا تھا ۔۔۔"

"اکیڈمی میں تو ایسے رہتے ہو جیسے کسی نے بات کی تو وہی مارنے لگ پڑو گے ۔۔۔"
ایما نے مزاحیہ انداز میں کہا۔ دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی ۔

"اب شکل ہی کچھ ایسی ہے کیا کیا جائے ۔۔۔"

کامریڈ نے بات جاری رکھی۔ اس طرح ان دونوں کی دوستی کا آغاز ہوا۔

بہرحال ایک جرمن ایما نے تو اقبال کا دل بھی مول لیا تھا۔ وہ باغی اقبال جو معاشرے کو بے لگامی سے چیلنج کرتا، ایک نفیس نازک کلی میں کہیں گم ہوتا دکھائی دیا۔ اور یہ مردِ مجاہد بھی اسی فلسفے کا شاہکار تھا۔ شاید یہ قدرت کا فیصلہ تھا یا پھر محض ایک اتفاق۔

کامریڈ اس کے ساتھ مختلف موضوعات پر بحث کرتا اور اس کی رائے اور نظریات پرکھنے کی کوشش کرتا۔ کبھی تو کچھ ایسے سوالات بھی پوچھ لیتا کہ وہ پریشانی کے عالم میں ڈوب جاتی۔ ایما کی شخصیت میں بچپنہ اور پُرمسرت رویہ تو ضرور تھا لیکن اس کے نظریات ، اقدارِ زندگی کے متعلق فکر اور مثبت سوچ کامریڈ کے دل کو قائل کرتی رہی۔ وہ حیرت زدہ ہوتا چونکہ اس نے ایما سے قبل کبھی کسی بھی انسان میں ایسا مثبت رویہ نہ دیکھا تھا۔ لیکن کئی بار یہی باتیں بے چینی کا ذریعہ بھی بنتی۔

"کسی کے ساتھ کچھ غلط نہیں ہوتا۔ انسان اپنی زندگی کا خود ذمہ دار ہے۔ اگر کوئی چیز غلط ہے تو انسان کیوں اسے اپنی زندگی کا حصہ بناتا ہے۔ ہر عمل کسی کے لیے غلط ہے تو کسی کے لیے صحیح۔ یہ تو صرف اخلاقیات بدلتی رہتی ہیں"

باب نمبر ۷

جیسے جیسے دونوں ایک دوسرے کو جانتے گئے، کامریڈ کے دل میں ایک بے چینی پیدا ہوتی گئی۔ یہ متضاد جنس کی قدرتی کشش تھی جسے وہ قبول نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ان دونوں کی بات چیت یوں ہی چلتی رہی اور دونوں ایک دوسرے میں سماتے ہوئے دکھائی دیے۔ کامریڈ ایما کا مختلف جذبات کی حالت میں ردِ عمل دیکھتا اور پرکھتا لیکن اسے اس کے اندر کوئی برائی یا کمی محسوس نہیں ہو رہی تھی اور وہ اس بارے میں فکر مند تھا۔ کیونکہ ہر انسان میں خامیاں تو ہوتی ہی ہیں۔ لیکن وہ ایما کے ردِ عمل سے بہت زیادہ متاثر ہوتا۔ چند مہینے گزر گئے اور دوستی گہری ہوتی گئی۔

ایما بھی اس کی شخصیت اور مضبوط اقدار سے بہت متاثر ہوئی۔ اس طرح دونوں ایک دوسرے کی طرف قائل ہوتے چلے گئے۔

"تمہیں دیکھنے سے میرے دل کو الگ ہی سکون ملتا ہے اور تم میں بہت مختلف مثبت توانائی دیکھنے کو ملتی ہے جو بہت کم لوگوں میں ملتی۔۔۔" ایما نے اپنے جذبات ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

ایک دفعہ بے چینی کے عالم میں کامریڈ بولا "دل کرتا ہے تمہیں سب کچھ بتاؤں۔۔"

"لیکن پتہ نہیں کیا چیز روک رہی ۔۔۔"ایما نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"لیکن ان جذبات کا نقصان بہت ہوتا ہے ۔۔۔"

"ارے جذباتی کیوں ہو رہے ہو۔۔۔ "

"جذباتی نہیں سچی باتیں۔۔ "

"نقصان نہیں ہوگا ۔۔۔"شخصیت کا بھرپور اظہار کرتے ہوئے ایما بولی۔

"دل تو بہت ہے تمہیں وہ بتاؤں جو کسی کو نہیں معلوم لیکن تم ابھی اس مقام پر نہیں ہو کہ سمجھ سکو۔ اس لیے غلط مطلب اخذ کر لو گی اس لیے رہنے ہی دو۔۔۔"

دراصل کامریڈ اپنی ماضی کی زندگی، ذہنی تناؤ اور ملحد ہونے کا بیان کرنا چاہتا تھا وہ اسے ہر اس چیز سے آشنا کرنا چاہتا تھا جو اس نے محسوس کی۔ ایما نے اسے ایک روبوٹ سے حقیقی جذبات و احساسات پر مبنی انسان بنایا۔ وہ بھی کامریڈ سے محبت کے جذبات پیدا کر چکی تھی لیکن اس کی اس متعلق غیر دلچسپی اور اسے کھو دینے کا خوف اسے آگے نہ بڑھنے دیتا۔

"ایما ۔کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں محبوبہ بنانا چاہتا ہوں یا پھر وقت گزاری وغیرہ ۔۔۔؟"

"میں تمہیں اپنا دوست مانتی ہوں۔ اب اگے تم جانو۔۔۔"

" تم نے جواب نہیں دیا ۔۔۔"

"میرے پاس جواب نہیں ہے ۔۔۔"

معصوم کامریڈ ایما کے جذبات سمجھنے سے قاصر رہا۔

لیکن اب اسے اسکے ساتھ اطمینان حاصل ہوتا اور وہ خود کو کسی دوسرے جہان میں محسوس کرتا، جہاں اس کی تمام پریشانیاں اور تناؤ ختم ہو جاتا۔ وہ بلا جھجک اس کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کرتا۔ ہر روز معمول کے مطابق شعر لکھتا اور اسے سناتا۔ اس نے امام کے لیے بھی چند اشعار لکھے جسے شکوۂ کامریڈ کا نام دیا جو شِکوۂ اقبال سے متاثر تھے۔

"یہ امام مساجد کے لیے ہے۔ پاکستانی امام مساجد غربت کی لکیر سے نیچے جی رہے ہیں اور ان کے خاندان بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔ مگر انہیں ہفتے کے7 اور دن کے 24 گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے لیکن لوگ ملا ،حلوہ اور مولوی کے ناموں سے ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔۔۔"

شکوۂ کامریڈ

"کیوں زیاں کار بنوں، سود فراموش رہوں۔
فکرِ فردا نہ کروں، محوِ غمِ دوش رہوں! "

نہ دولت و تکریم، نہ کوئی اقتدار ہے
کیا تیرا نام لینے کا یہی وقار ہے!

نائب تو دیں کے لاتعداں ہیں
آخر دِل گرفتہ ہی کیوں امامِ جنازہ ہیں!

نظامِ سودی میں اہلِ دنیا کو دیوث مرغوب ہوئے
پھر اہلِ صفا ہی کیوں خواہشات سے فراموش ہوئے!

بھٹکتے ہیں اہلِ شوق قرآں سینے میں لیے
دیتے ہیں درسِ فقر دِل سینے میں لیے!

نہ ہوتے بے نیاز تو لیتا کوئی نام تیرا؟
طعنہ زنی کے باوجود بھی کیا کام تیرا!

"پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفادار نہیں، تو بھی تو دلدار نہیں"

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ کمال کر گئے سرکار۔ داد دینی پڑے گی ذہانت پر۔۔۔" ایما نے اظہار کیا۔ دونوں ایک دوسرے میں جذب ہوتے چلے گئے۔

ایما تصویر سازی میں بہت اچھی تھی۔ وہ اپنی تصویر سازی اس کو دکھاتی اور وہ اپنی شاعری سناتا۔ پڑھائی کے معاملے میں دونوں اچھے تھے اس لیے اس دوستی کا برا اثر نہ ہوا۔

"محبت کیا ہوتی ہے۔۔۔ ؟" مسرت اور دلچسپی کے معاون جذبات لیے ایما نے پوچھا۔

"محبت کی تو کئی تعریفیں ہیں لیکن میرے نزدیک محبت اس وجہ کی تلاش مکمل کر لینے کا نام ہے جس سے ایک انسان دوسرے انسان کی برائیوں، گندگی، سخت مزاجی اور مایوسی کو اپنا لے"

اسی کے ساتھ اس نے مردانہ اور زنانہ توانائی کا نظریہ بھی پیش کیا۔

دنیا دو قوتوں کی محور ہے۔ مردانہ اور زنانہ۔ لیکن یہ درست نہیں کہ مردوں میں مردانہ اور عورتوں میں زنانہ قوت ہی ہوتی ہے بلکہ ہر شخص میں دونوں قوتیں ایک ساتھ پائی جاتی ہیں۔ لیکن ایک قوت عام طور پر غلبہ رکھتی ہے۔ اس کو بہتر سمجھنے کے لیے کچھ مثالیں جیسا کہ ساحل پر چلنا، جذبات کا زیادہ اظہار کرنا، لمحے میں جینا، کمرے کو بلا مقصد ترتیب دینا یا مختلف لباس پہننا کہ کون سا بہتر معلوم ہوتا ہے زنانہ قوت کی پہچان ہے۔

اور مردانہ قوت میں ایک ہدف مختص کرنا اور اسے مکمل کرنے کے لیے دشواری کے باوجود آگے بڑھنا، ریسٹورنٹ میں مختلف پکوان پر غور کرنے کے بجائے فوری فیصلہ کرنا ،تنازعہ کے وقت پرسکون رہنا اور حالات سے بھاگنے کی بجائے زمہ داری اٹھانا وغیرہ شامل ہے۔

اگر جوڑے کے ایک فرد میں زنانہ اور ایک میں مردانہ قوت کا غلبہ ہو تب ہی وہ اچھا جوڑا ثابت ہوگا۔ لیکن اگر دونوں میں ایک جیسی قوت ہوئی تو معاشرے کے لیے بظاہر وہ بہت خوش مزاج اور بہتر ہو سکتے ہیں لیکن ان میں ذہنی لگاؤ کی نشونما نہ ہو سکے گی۔

"اسی لیے تمہاری زنانہ قوت مجھے اپنی طرف کھینچتی چلی جا رہی ہے۔۔۔" کامریڈ دل لگی انداز میں بولا۔

"ایما کھلکھلائی"

لیکن اب کامریڈ کو محسوس ہونا شروع ہوا کہ وہ وہی بنتا جا رہا ہے جس سے وہ نفرت کیا کرتا۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ ایما کے بغیر مستحکم نہیں رہ سکتا یا یوں کہہ لیجئے کہ ایما کا ساتھ نشہ آور محسوس ہونے لگا۔ اس سے اضطراب ہوتے کامریڈ نے رابطے کے ذرائع ختم کر دیے۔

کامریڈ کی حالت سے انجان ایما پریشانی اور بے چینی کے عالم میں ڈوبتی نظر آئی۔ وہ صورتحال کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ اسی دوران کامریڈ کچھ ناقابل بیان حالت کا شکار تھا۔ ایک ہفتے بعد دوبارہ رابطہ کیا۔ اس ایک ہفتے میں وہ جان چکا تھا کہ وہ ایما کی صحبت کے بغیر ویسا ہی ہے جیسے ماضی میں کسی مشین کی مانند تھا۔ وہ اس کے بغیر رہ تو سکتا ہے لیکن

کبھی رہنا نہیں چاہے گا۔ ایما کے پوچھنے پر بتایا کہ کچھ وقت خود کو دینا ضروری سمجھا اس لیے بات نہ کی۔ وہ ہمیشہ کی طرح اس کی اکثر باتوں کو سمجھنے سے قاصر رہی لیکن متاثر ہونے سے خود کو نہ روک سکی۔

کامریڈ بھی ایما کے متعلق حیرت انگیز رویہ رکھتا کہ کوئی انسان بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے، وہ اس کی خامیاں تلاش کرنے کی پُرجوش مشقت کرتا لیکن کبھی کامیاب نہ ہو سکا۔ یا پھر خامیاں اس کے نزدیک خامیاں ہی تصّور نہ ہوتیں اور یہی کیفیت تو اس کے نزدیک محبت تھی جو اسے کسی اور لڑکی میں تو کیا حفصہ میں بھی محسوس نہ ہوئی تھی۔

لیکن اقبالِ لاہوری کا یہ کاربن جو کوئلا اور ھیرا دونوں بننے کی صلاحیت رکھتا، اپنی اضطرابی صورتحال مزید برداشت نہ کر سکا۔ بے چینی کی وجہ مستقبل کی غیر یقینی سوچ تھی کہ ایما اسے صرف ایک اچھا دوست ہی تصور نہ کرتی ہو یا پھر یہ ملاقات اس کے نزدیک محض وقت گزاری نہ ہو۔ وہ ایما کو اب دوست سے آگے بڑھانے کا خواہش مند تھا۔ اس کے پیشِ نظر چند دنوں میں ہی اظہارِ دل کچھ یوں بیان کر ڈالا۔

''سنو میں خود کو مزید تکلیف میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔ میں جذباتی ہو کر یہ باتیں نہیں کر رہا۔ بالکل قابو میں ہوں۔ اب دو ہی راستے ہیں۔ سوچ کر جواب دینا۔۔''

''آخر ہوا کیا ہے۔۔؟'' ایما کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر اس نے ایسا کیا کر دیا ہے۔

''وقت گزاری کر رہی ہو۔۔؟''

"شرم کرو یہ بات کرتے ہوئے۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے وقت گزاری کرنے کی۔ پاگل واگل نہیں ہوں اتنی۔ حد ہے یار۔"

"اگر تم مجھے چاہتی ہو تو بتاؤ میں تمہارے بارے میں سنجیدہ ہوں اور اگر نہیں تو تمہار ی زندگی سے نکل جاؤں گا۔۔"

"کیا بات کر رہے ہو ہم اچھے دوست ہیں اور وقت گزاری والی بات نہ کیا کرو اس میں گھٹیا پن ہوتا ہے اور ہماری کوئی عمر نہیں ہے اور نہ تنگ کرو مجھے رلاؤ گے کیا ۔۔"

ایما نے موضوع ختم کرنے کی کوشش کی۔

"میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر دلچسپی ہے تو بتاؤ نہیں تو پھر بس ختم کرو اور بڑا کچھ ہے زندگی میں ۔۔۔" کامریڈ نے صاف اظہار کیا۔

"کیوں ختم کرنا ہے۔ ابھی یہ بات مت کرو بہتر ہے اور ایسا کیا ہو گیا ہے سرکار جو ایسی باتیں کرتے۔۔"

"یار اگر وقت چاہیے تو بتاؤ اور اگر بالکل نہیں تو بھی بتاؤ ایسے کام نہیں اچھا۔ میں فقط چاہتا ہوں کہ واضح ہو جائے۔۔"

"ابھی نہیں نا۔ کیوں کرتے ہو ایسا۔۔"

"اب مجھے غصہ دلا رہی ہو۔۔"

"کامریڈ۔ میری زندگی کا سوال ہے نہ کرو۔۔"

"وقت چاہیے؟۔۔۔"

"بہت چاہیے۔۔"

"مطلب دلچسپی رکھتی ہو۔۔۔" کامریڈ نے مسرت اور سوالیہ دونوں جذبات کے معاون لہجے میں کہا۔

"ہاں۔۔" ہلکی سی آہٹ میں ایما کھلکھلاتی ہوئی بولی۔

بلا شبہ یہ کامریڈ کی زندگی کا سب سے خوشگوار لمحہ تھا۔ وہ خود کو مکمل محسوس کر رہا تھا۔ اس لمحے کے بعد ایما اس کی زندگی کا مقصد یا اس سے بھی بڑھ کر یعنی مقصد کی وجہ بنی۔ اب دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ان دو بچوں کی مانند تھے جو سکول کے پہلے دن دوست بنے ہوں اور ایک دوسرے کو آہستہ آہستہ کھوج رہے ہوں۔ مگر ایک اور چیز جو کامریڈ کو کبھی کبھار تنگ کیا کرتی وہ اس کے ماضی میں مانے جانے والے غلط عقائد اور خود آگاہی تھی۔ اس نے ایما کو اپنا ملحد ہونے سے لے کر پختہ ایمان تک کا سفر بیان کیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ اپنے عیب بھی کھول کھول کر بیان کرنے لگا۔ ایما مسکرائی اور اسے پرسکون ہونے کو کہا۔

وہ اسے تہٗ دل سے جان چکی تھی اور اس کی ہر برائی اور عیب کو برداشت کرنے کی خواہش مند تھی۔ دو بہار کے پرندے دوستوں اور عاشقوں سے بڑھ کر ایک نئ حالت میں قید دکھائی دیے، جس میں دونوں ایک دوسرے کو مکمل قبول کرتے ہوئے بہتر بننے کی تلاش میں تھے۔ اس حالت کو کامریڈ نے اپنےآخری شعر میں یوں بیان کیا۔

”پہُنچے نزاکت کے دہانے کو اہلِ آہنگیٔ دل
شوخیٔ ناداں سے حُسنِ پشتوں زر گیا“

مگر ہر بہار کی طرح اس بہار کو بھی خزاں آنے کو تھی۔ ایک دن ایما کو معمولی بخار ہوا۔ جس کے بعد دھیرے دھیرے حالت خراب ہوتی چلی گئی اور کئی ہفتے رابطہ نہ ہوا۔ پھر ایک دن اچانک سے ایما کا پیغام موصول ہوا۔

”حالت بہت بگڑ گئی ہے یارا۔ ہسپتال داخل ہوں۔ جان کا خطرہ تو نہیں ہے۔ اللہ کے حکم سے ٹھیک ہو گئی تو انشاءاللہ دوبارہ بات ہو گی۔ آپ کو بہت سی دعائیں اور خوش رہو۔ اللہ حافظ۔۔۔“

اس کے بعد کوئی بات نہ ہو سکی۔ بروز جمعہ اطلاع موصول ہوئی کہ آج ایما اپنی حقیقی منزل کو پہنچ گئی۔ یہ جان کامریڈ حواس کھو بیٹھا۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا اور ذہن بند ہوتا محسوس ہوا۔ چونکہ ایما نے ہی تو اس کی غلط عقائد سے بھری ہوئی شخصیت کو توڑا اور اسے ایک صحیح معنوں میں اقبال کا مردِ مومن بنایا تھا۔ ہر مرد عورت کے بغیر ادھورا ہے۔ تو یہی عورت جس نے اس کو صحیح راہ پر لگایا اور اس کی فکری کاوشوں کو ایک نئی سمت دکھائی، اسے مکمل کیے بغیر ہی ادھورا چھوڑ گئی اور بالآخر کامریڈ ایما کے ساتھ ہی فنا ہو گیا۔۔۔

لیکن کیا یہ پاگل پن محبت تھی یا کامریڈ اپنے ماضی میں جذباتی طور پر دستیاب نہ رہنے والے ساتھی کی محرومی کے باعث ایما کی نازکی اور ہمدردی کو محبت کا نام دے بیٹھا۔ کیا حفصہ کی انکاری نے ہمدردی اور لگن کے لیے کامریڈ کے دل میں جگہ بنائی جسے ایما نے آکر بھر دیا۔ کیا حجن کے مطابق یہ محبت بھی محض دونوں کے فائدے کے پیشِ نظر تھی یا اس سے بڑھ کر کچھ اور۔۔۔

ایما، میں تمہیں اپنے لفظوں میں کیا لکھوں۔ دوست لکھوں؟ غمگسار لکھوں؟ یا پیار لکھوں؟۔ پہلا عشق لکھوں؟ یا سکون لکھوں؟ یا پیاری یاد لکھوں؟ سچ پوچھو تو میرا دل کہتا ہے کہ دنیا کے تمام لفظوں کو یکجا کر کے تمہیں ایک پیاری بات لکھوں۔ تمہیں اپنی کائنات لکھوں۔۔

☆______________________________☆